زمین کی عمر

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

زمین کی عمر

(تقریر فرمودہ ۱۸؍دسمبر ۱۹۴۶ء بعد نماز مغرب بمقام بیت اقصیٰ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

معلوم ہوتا ہے کہ دوست سوال کرنا ہی نہیں چاہتے۔ اس سے قبل جب ڈاکٹر کچلو صاحب نے اٹامک انرجی کے متعلق تقریر کی تھی تو ان پر تو بہت سے سوالات کئے گئے تھے لیکن اب زمین کی عمر کے متعلق تقریر کی گئی ہے تو اِس کو سُن کر دوست خاموش ہوگئے ہیں اور سوائے ڈاکٹر عبدالاحد صاحب کے کسی نے سوال نہیں کیا۔ علم النفس کی رو سے اِس کی دو وجوہات ہیں یا انسان مرعوب ہو کر بولنا شروع کر دیتا ہے اور یا بالکل خاموش ہو جاتا ہے اب کوئی سائیکالوجی کا ماہر ہی معلوم کرسکتا ہے کہ اِس خاموشی کی کیا وجہ ہے۔

سائنس کا نقطۂ نگاہ جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے وہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک مذہب کا تعلق ہے ہمیں اِس نقطۂ نگاہ سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی اور نہ ہی ہم اس کے صحیح ماننے پر مجبور ہیں۔

مذہبی لحاظ سے یہ تحقیق ہمارے لئے پریشانی اور گھبراہٹ کا موجب نہیں بن سکتی۔ ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ مذہبی کُتب میں تو دنیا کی عمر چھ ہزار سال بیان کی گئی ہے اور اب سائنس کروڑوں اور اربوں سال بیان کرتی ہے۔ اس کے متعلق دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔

پہلی یہ کہ چھ ہزار سال اس مادی دنیا کی عمر نہیں جو مٹی اور مختلف دھاتوں سے بنی ہے اس کی عمر بے شک کروڑوں اربوں بلکہ اس سے زیادہ ہو ہمیں اس سے تعلق نہیں۔ چھ ہزار سال جن کا مذہبی کُتب میں ذکر ہے وہ آدم سے لے کر موجودہ حالت تک چھ ہزار سال بنتے ہیں اس

لحاظ سے ان دونوں عمروں میں کوئی ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔ ہم جو دنیا کی عمر چھ ہزار سال کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارا وہ آدمؑ جس سے ہماری تہذیب وتمدّن کی ابتداء ہوئی اس پر چھ ہزار سال گزرے ہیں ورنہ ہمارا اِس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہمارے اس آدم سے پہلے کوئی آدم نہیں تھا۔ اس کی مثال تم یوں سمجھو کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں وقت میں ہمارا پردادا ہندوستان میں آیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ پڑدادا سے پہلے اس کے باپ دادا کوئی نہ تھے؟ اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ تاریخی شخص فلاں وقت میں ہندوستان میں آیا ورنہ اس کا خاندان تو پہلے سے موجود تھا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدم جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہ انسانی ابتدا والا آدم نہیں بلکہ وہ اس تہذیب وتمدّن کی ابتدا کرنے والا ہے جو ہوتے ہوتے چھ ہزار سال میں ہم تک پہنچی۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخلوق جس میں آدم مبعوث کیا گیا ترقی یافتہ نہ تھی، اس میں تہذیب وتمدّن نام کو نہ تھا، وہ جنّ تھے غاروں میں رہتے تھے اور سطح زمین پر گاؤں بنا کر نہیں رہتے تھے اور ابھی انسانی دماغ کا ارتقاء ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ سوسائٹی بنائیں اور اپنے اندر تقسیم عمل کریں بلکہ جس طرح شیر، چیتے اور بھیڑیے جنگل میں پھرتے ہیں اور سوسائٹی بنا کر نہیں رہتے یہی حال ان لوگوں کا تھا وہ بالکل الگ الگ طور پر غاروں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت آدمؑ کی آواز پر جن لوگوں نے اس تہذیب وتمدّن کو قبول کر لیا وہ انسان کہلائے اور جن لوگوں نے آپ کی باتیں ماننے سے انکار کیا قرآن کریم نے ان کا نام جنّ رکھا ہے کیونکہ وہ مخفی طور پر غاروں میں رہنے کو زیادہ پسند کرتے تھے اور جو لوگ حضرت آدمؑ کی پیروی میں سطح زمین پر گاؤں کی صورت میں رہنے لگے وہ بشر اور انسان کہلانے لگے۔

قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت آدمؑ سے پہلے مخلوقات نہ تھی اور جو جنوں اور انسانوں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد دو قسم کی مخلوقات نہیں بلکہ دو قسم کے تمدنوں اور اخلاقی حالتوں کا ذکر ہے۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ میں سیدھا سادہ قانون تھا کہ مل کر رہو، ایک دوسرے کی امداد کرو، گاؤں کی صورت میں زندگی بسر کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو بھوک، پیاس اور لباس وغیرہ کی دِقتیں نہ رہیں گی۔ وہ قانون بہت ہی آسان تھا اور اس میں کسی قسم کی

باریکی اور پیچیدگی نہ تھی۔ اُس وقت کے دماغ کے لحاظ سے وہی قانون رائج ہوسکتا تھا۔ جب حضرت آدمؑ نے یہ قانون لوگوں کے سامنے پیش کیا تو کچھ کے دماغ مان گئے اور انہوں نے حضرت آدمؑ کی پیروی کرنا منظور کرلیا وہ لوگ حضرت آدمؑ کی اولاد بن کر آدمی کہلائے اور نہ ماننے والے جنات کہلائے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ انسانوں اور جنوں دونوں کی نسل ایک وقت دنیا میں جاری رہے گی اور اس لئے نبی کے وقت اس پر ایمان لانے یا نہ لانے سے ان کی حالت بدلتی رہے گی۔

پس جب بھی کوئی نیا نبی آتا ہے کچھ لوگ اس نبی پر ایمان لاکر آدمی بن جاتے ہیں اور کچھ لوگ انکار کرکے جنوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پس دنیا کی چھ ہزار سال کی عمر سے مراد یہ تہذیب وتمدّن کا سلسلہ ہے اور اس سے آگے تفصیل کے متعلق مذہب خاموش ہے یا کم سے کم اِس وقت تک ہمیں اس کی تفصیل مذہب سے معلوم نہیں ہے۔ جب سے انسان کسی شریعت کا پابند ہوا وہ چھ ہزار سال کا زمانہ ہے اس سے پہلے کا انسان شریعت کا حامل نہ تھا۔ پس مذہب کو اس زمانہ سے کوئی واسطہ نہیں۔

سائنسدان اور علمِ حساب والے اور جغرافیہ والے بے شک تحقیقات کرتے رہیں کیونکہ مذہب کا تعلق تو روحانیت کے ساتھ ہے اور روحانی دنیا کے لئے مادی چیزوں کا عالم ہونا ضروری نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے مذہب میں سائنس اور جغرافیہ اور حساب نہیں سکھایا بلکہ ان کے متعلق انسان کو اختیار دے دیا کہ تم خود اپنی کوشش سے ان علوم کو حاصل کرو۔ پس مذہب کے دائرہ میں ان علوم کو کوئی اہمیت حاصل نہیں یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلیٰ تعلق قائم کرنے کے لئے اعلیٰ درجہ کی فزکس یا کیمسٹری جاننا بھی ضروری ہو۔ اگر یہ ہوتا تو بہت ہی محدود اشخاص اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا اور اپنا رستہ ایسا آسان کر دیا ہے کہ معمولی عقل کا انسان بھی ان عبادات پر کاربند ہوکر اور ان اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرکے اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے جو مذہب نے سکھائے ہیں۔ پس مذہب نے تو اپنے روحانی دَور کی ابتدا بیان کی ہے اس سے آگے کیا تھا مذہب کو اس سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ اس سے پہلے کا دماغ شریعت کا حامل نہ تھا اس لئے یہ بحث مذہب کے دائرہ سے خارج ہے۔ اگر

ایک مادی صورت کا انسان پاگل ہو جائے تو کیا لوگ اُس کے سامنے قرآن کریم پیش کرتے ہیں اور اسے تبلیغ کرتے ہیں کہ وہ اس شریعت کو مانتا ہے یا نہیں؟ کوئی عقلمند اس کے سامنے قرآن کریم پیش نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا دماغ اب ایسی حالت میں ہے کہ وہ شریعت کا متحمل نہیں ہوسکتا حالانکہ وہ انسان چلتا پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، سانس لیتا ہے لیکن اس کو لوگ انسانیت سے خارج سمجھتے ہیں۔ڈاکٹری حکومت کے دائرہ میں تو وہ شامل ہوگا لیکن روحانی دنیا کی حکومت میں شامل نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس کے دائرہ علم سے باہر ہے۔اسی طرح آدمؑ سے پہلے کا انسان ناقص تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ وہ آدمؑ جو ہمارا آدمؑ ہے اسی سے نسل انسانی چلی ہے اس سے پہلے کوئی مخلوق نہ تھی۔حضرت محی الدین صاحب ابن عربیؒ نے کشف میں دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں اور بھی بہت سے لوگ طواف کر رہے ہیں۔کسی نے مجھے بتایا کہ حضرت آدمؑ بھی خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔میں نے کشف میں ایک نوجوان آدمی سے پوچھا کہ حضرت آدمؑ کہاں ہیں؟ میں اِن سے ملنا چاہتا ہوں۔جس شخص سے میں نے سوال کیا اس نے کہا آپ کس آدم کے متعلق پوچھتے ہیں۔آپ کا آدم کونسا ہے یہاں تو کئی ہزار آدم ہیں۔[1] اب دیکھو اگر کئی سمجھے جائیں اور پھر ایک آدم کا زمانہ کئی ہزار سال کا سمجھا جائے تو دنیا کی عمر کروڑوں اور اربوں تک پہنچ جاتی ہے۔پس مذہب کو تو اُس وقت سے تعلق ہے جس وقت سے انسانی دماغ ارتقاء کی طرف مائل ہوا۔اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ کئی ہزار آدم کروڑوں اور اربوں سالوں میں پیدا ہوئے تو بھی ضروری نہیں کہ دنیا کی عمر وہی ہو کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جس دن پہلا آدم پیدا ہوا اُسی دن زمین وآسمان پیدا ہوئے ہوں بلکہ اس سے زمین وآسمان بہرحال پہلے ہوں گے۔پھر یہ معلوم کرنا کہ زمین وآسمان اس سے کتنی دیر پہلے بنے بالکل اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے کے مترادف ہے۔

پس ہمارے نقطۂ نگاہ اور ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ نقطۂ نگاہ میں بالکل ٹکراؤ نہیں۔بعض سوالات مَیں بھی ڈاکٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن پھر کسی دوسری ملاقات میں پوچھوں گا۔ بہرحال یہ بات غلط ہے کہ سائنس کا اور مذہب کا آپس میں ٹکراؤ ہو جاتا ہے مذہب خدا تعالیٰ کا

قول ہے اور سائنس خدا تعالیٰ کا فعل ہے ان دونوں میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اب ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے کہ ہم تحقیقات کرتے کرتے یہاں تک پہنچے ہیں کہ دنیا کی عمر بیس ارب ہے ہمیں اس میں اللہ تعالیٰ کے قول و فعل میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا لیکن اگر کوئی مقام ایسا آ جائے جہاں یہ معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کے قول سے اس کا فعل متضاد ہے تو ہم یہی سمجھیں گے کہ یا ہم مذہب والوں نے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے یا سائنس والوں نے غلطی کھائی ہے اور نئی تحقیق یا نیا الہام اس پر روشنی ڈال کر اس اُلجھن کو دُور کر دے گا۔

دوسرے ہمارے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم سائنس کی ہر تھیوری کو صحیح مان لیں۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں لاہور گیا تھا اب یہ بات تو ظاہر ہے کہ وہ لاہور جا سکتا تھا لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ وہ لاہور گیا ہو ممکن ہے کہ وہ لاہور نہ گیا ہو اور جھوٹ بول رہا ہو۔ پس اس کے یہ کہہ دینے سے کہ میں لاہور گیا تھا یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اس کی بات ضرور مان لیں۔ اسی طرح سائنس کی بہت سی باتیں تھیوریاں ہوتی ہیں۔ یعنی عقلی نظریات سے زیادہ نہیں ہوتیں۔ اس کا عقلاً ممکن ہونا بے شک ثابت ہو لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقتاً واقعات بھی اسی طرح گزرے ہیں۔ پس جو بات مذہب کے خلاف ہو اور دلائل عقلیہ سے اُس کا امکان ثابت ہو ہم اس کے متعلق یہ کہنے کا حق رکھتے ہوں کہ یہ بات ہم اس وقت تک ماننے کے لئے تیار نہیں جب تک قطعیت الدلالت امور سے ثابت ہو یا مذہب اس کی تائید کرے۔

الغرض دنیا کی عمر تین کروڑ سال ہو یا تین ارب سال ہو وہ مذہب کے پیش کردہ نقطۂ نگاہ کے خلاف نہیں کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت محدود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہے اور وہ ہمیشہ سے خالق ہے اور ایک ایسے عرصہ سے اسی کی صفتِ خالقیت کام کر رہی ہے جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ہم یہ بھی کہیں کہ دنیا بیس ارب سال سے ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت محدود ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیس ارب سال ازل کے مقابلہ میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتے جتنی سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت ازل سے کام کر رہی ہے تو تم دنیا کی پیدائش کی تاریخ معلوم نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اتنے لمبے حساب کی چیز ہے کہ یہاں اربوں اور کھربوں کا تو سوال ہی نہیں اگر ایک حساب دان

اپنی پیدائش سے لے کر اپنی موت تک یہی حساب لگاتا رہے تو بھی وہ صحیح تاریخ نہیں نکال سکتا۔ میرے نزدیک ازل کے مقابلہ میں حساب لگانا وقت ضائع کرنا ہے کیونکہ ہمارا خدا ازلی ابدی خدا ہے اور اس کی مخلوق بھی اس کے ساتھ ازل سے ہے کیونکہ اگر ہم یہ مانیں کہ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ جب خدا تعالیٰ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی ہوگا اور بے کار خدا، خدا نہیں ہوسکتا۔

(الفضل ۲۵؍جنوری ۱۹۴۷ء)

ا فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۵۳۱ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۸ء